فسادِ زمانہ اور عمومِ بلویٰ

مولانا مجیب اللہ ندوی

اسلامی شریعت نے معاملاتی اور تمدنی امور میں انسان کو غیر معمولی مشقت سے بچانے اور ناسازگار حالات میں اسلامی احکام کے منشا و مقصد کے تحفظ کے لئے رفعِ حرج اور تیسیر و تسہیل کی جو صورتیں پیدا کی ہیں ان میں عمومِ بلویٰ کا لحاظ اور فسادِ زمانہ کی رعایت بھی ہے، مگر اس لحاظ و رعایت کا مقصد معاذ اللہ شریعت کا استحلال، یا احکامِ شریعت کا تعطل نہیں ہے، بلکہ اس کا مقصد اس کی دوامی حیثیت کی حفاظت اور اس کو بالکلیہ تعطل سے بچانا ہے۔

اسلامی عقائد و عبادات میں تو کسی وقت بھی تغیر و تبدل ممکن نہیں ہے، اس لئے کہ اس کا تعلق زندگی کی تغیر پذیر قدروں سے نہیں ہے، مگر معاملاتی، معاشرتی اور تمدنی احکام کا معاملہ بالکل جدا ہے۔ ان کا مدار انسانی زندگی کی مادی قدروں پر ہے، جو ہر آن تغیر پذیر رہتی ہیں۔ ان میں روزانہ نئی نئی صورتیں پیدا ہوتی رہتی ہیں، ان پر معاشرہ کے فساد و صلاح کا براہ راست اثر پڑتا ہے اس لئے اسلامی شریعت نے معاملاتی و تمدنی معاملات کے سلسلہ میں جو ہدایت دی ہیں، ان میں حلال و حرام کی بنیادی و دوامی قدروں کے تحفظ کے ساتھ قیاس و اجتہاد کی ایسی صورتیں رکھی ہیں، جن سے شریعت کا منشا و مقصد بھی فوت نہیں ہونے پاتا اور اسلامی احکام معاشرہ کے ارتقا میں حائل بھی نہیں ہوتے۔ یہ تیسیر و تسہیل کی آزادی اس حد تک ہے، جب تک کہ حلال و حرام کی وہ بنیادی قدریں متاثر نہیں ہوتیں جن کا رشتہ دین و ایمان سے جڑا ہوا ہے، مثلاً اسلامی شریعت نے بہت سی چیزیں حرام، مکروہ

لہ یہ مضمون شکریہ کے ساتھ "معارف" اعظم گڑھ سے نقل کیا جاتا ہے۔ (مدیر)

اور نا جائز قرار دی ہیں، یا اس کے بارے میں کچھ اصولی ہدایتیں دے دی ہیں، مگر بعینہ ان پر تعامل سے انسان کو مستقل شدید دقتیں محسوس ہوتی ہیں، یا عارضی تکلیف کا امکان ہوتا ہے اس لئے فقہاء شریعت کے منشا کے مطابق اس میں تخصیص و تقیید کرتے ہیں، ظاہر ہے کہ یہ تخصیص و تقیید اس لئے ضروری ہوتی ہے کہ نہ تو شریعت کا منشاء بالکلیہ فوت ہونے پائے اور نہ انسان غیر معمولی تکلیف میں مبتلا ہو جائے جیسا کہ شریعت نے حکم دیا ہے،

یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (بقرہ)

اللہ تعالیٰ تم پر آسانی چاہتا ہے، سختی نہیں چاہتا،

اسی طرح بہت سے احکام ایک خاص ماحول اور زمانہ میں بہت ہی مفید ہوتے ہیں، مگر ایک مدت کے بعد ماحول، ذرائع اور اخلاق عامہ کے بدل جانے کی وجہ سے ان کی افادیت یا تو باقی نہیں رہتی یا اس کا مقصد فوت ہو جاتا ہے اب اگر شرعی حکم کی علت اور منشاء کو نظر انداز کر کے بعینہ اس حکم پر عمل کیا جائے تو یا عمل کرنے والا تکلیف مالایطاق میں مبتلا ہو جائے گا یا پھر شریعت کا منشاء یا اس حکم میں رخصت، تیسیر اور نفی حرج کا جو پہلو ہے وہ نظر انداز ہو جائے گا، چنانچہ اسی بنا پر تمام ہی مسالک کے متاخر فقہاء نے اپنے مسلک کے ائمہ اور متقدم فقہا کے بہت سے فتاوی کے خلاف فتوے دیئے ہیں اور اپنے پیش رووں سے اختلاف کی وجہ متاخر فقہا نے اختلاف الزمان اور فساد الاخلاق ہی بیان کی ہے۔ متاخرین کا متقدمین سے یہ اختلاف کوئی حقیقی اختلاف نہیں ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اگر متقدم فقہا و ائمہ بھی ان کے زمانہ میں موجود ہوتے تو حالات کی تبدیلی اور فساد اخلاق کی بنا پر وہی رائے دیتے، اسی عموم بلوی اور فساد زمانہ کی بنیاد پر فقہا نے یہ اصول مقرر کئے ہیں[۱]

لا ینکر تغیر الاحکام بتغیر الزمان۔ الامر اذا ضاق اتسع۔ الضرر یدفع بقدر الامکان۔ الضرورۃ مستثناۃ من قواعد الشرع۔ المشقۃ تجلب التیسیر۔ الضرورات تبیح المحظورات۔

---

[۱] نشر العرف ج ۲ ص ۱۲۵

حالات کے بدلنے سے احکام کی تبدیلی سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ جب کوئی تنگی کی صورت پیدا ہو جائے تو اس میں وسعت ہوتی ہے تکلیف حتی الامکان دفع کی جاتی ہے ضرورت شریعت کے قواعد سے مستثنیٰ ہوتی ہے مشقت آسانی لاتی ہے۔ ضرورتیں ممنوع چیزوں کو مباح کر دیتی ہیں۔

لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا عموم بلویٰ مشقت و حرج اور فساد زمان کا ہر صورت میں لحاظ کیا جائے گا۔ یا کسی تخصیص اور تقیید کے ساتھ اس پر عمل کیا جائے گا۔ اس سلسلہ میں فقہائے احکام اسلامی کی دو صورتیں قرار دی ہیں، ایک یہ کہ اس تغیر و تبدل یا حرام و مکروہ میں تخفیف کا تعلق شریعت کے منصوص و صریح احکام سے ہو، دوسرے یہ کہ ان کا تعلق اجتہادی مسائل سے ہو، پہلی صورت کے بارے میں ان کا عام اصول تو یہ ہے کہ

المشقة والحرج انما يعتبر في موضع لا نص فيه (الاشباه ص ٧٠)

مشقت اور تنگی کا لحاظ اس امر میں کیا جائے گا جس میں کوئی نص موجود نہ ہو۔

فقہ کا یہ اصول مسلمہ ہے کہ منصوص احکام میں کوئی تغیر و تبدل جائز نہیں ہے، مگر چونکہ شریعت نے اسلامی احکام کے نفاذ میں انسان کے مزاج، ماحول اور اس کے مصالح اور مضار کا بھی لحاظ کیا ہے اس لئے جب کسی حکم پر بالکلیہ عمل کرنے میں شدید مشقت یا مجبوری لاحق ہو رہی ہو، یا ماحول کے بگاڑ یا کسی اور سبب سے کسی برائی سے بالکلیہ بچنا ممکن نہ رہ گیا ہو تو فقہا یا تو اس حکم میں تخصیص کرتے ہیں یا پھر اس کے مثبت پہلو کے بجائے اس کے منفی پہلو یعنی نفی حرج والے پہلو کو اختیار کرتے ہیں۔ بشرطیکہ یہ چند افراد کا مسئلہ نہ ہو بلکہ پورے معاشرہ کا معاملہ ہو، یا اگر وہ مخصوص افراد کا معاملہ ہو تو وہ مشقت اور حرج غیر معتاد قسم کا ہو، امام شاطبی نے اس پر بڑی عمدہ بحث فرمائی ہے۔

حيث تكون المشقة الواقعة بالمكلف في التكليف خارجة عن معتاد المشقات في الاعمال العادية حتى يحصل بها فساد ديني او دنيوي فمقصود الشارع فيها الرفع على الجملة۔

اگر یہ مشقت جو واقع ہوئی ہے ایسی ہے جس سے عمل کرنے والے کو غیر معتاد قسم کی تکلیف ہو سکتی ہے یہاں تک کہ اس سے دینی و دنیاوی کوئی خرابی کے پیدا ہونے کا امکان ہے، تو شریعت کا منشا یہ ہے کہ اس کو بالکلیہ رفع کیا جائے پھر آگے لکھتے ہیں۔

اذا کان الحرج فی نازلة عامة فی الناس فانه یسقط واذا کان خاصاً لم یعتبر عندنا[1] (ج ۱ ص ۱۰۱)

اگر یہ تنگی کسی ابتلائے عام کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے تو اس کو بہرحال رفع کیا جائیگا اور اگر یہ خاص ہے تو اسکا اعتبار نہیں ہے

لیکن فساد زمانہ یا عموم بلوی کی وجہ سے جو حرج و مشقت پیدا ہوتی ہے اس کی تعیین اور اس کو دفع کرنے کے سلسلے میں منصوص حکم کی تخصیص و تقیید کی جائے یا نہ کی جائے، اور اگر کی جائے تو کس حد تک کی جائے یہ بڑا نازک مسئلہ ہے، اس لئے فقہائے کرام نے اس میں کافی ردو قدح کی ہے، اسی نزاکت کا لحاظ نہ کرنے کی وجہ سے موجودہ دور کے متجدد فقہا ٹھوکریں کھاتے رہتے ہیں، اور شریعت کے بہت سے احکام کو انہوں نے بازیچۂ اطفال بنالیا ہے اس سلسلہ میں فقہائے کچھ خیالات کی تفصیل آگے آتی ہے۔ اب رہی دوسری صورت تو اس کے بارے میں بات صاف ہے۔ وہ یہ کہ اگر کسی قیاسی واجتہادی مسئلہ کی وجہ سے یہ دقت و مشقت پیش آتی ہے، تو اس کو ترک کرکے اس وقت کے حالات اور مقتضیات کے مطابق پیش آمدہ مسائل کو شریعت کے منشا کے قریب لانے کی کوشش کی جائے گی، جیسا کہ عرف میں ہوتا ہے،

عموم بلوی اور فساد زمانہ میں رفع حرج، تیسیر کی خاطر کسی منصوص حکم کی تخصیص کرتے ہوئے یہ بات بہرحال ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ ان کی وجہ سے دین کے مقاصد اور ان بنیادی ضرورتوں پر کوئی اثر نہ پڑے جن کو شریعت اسلامی انسانی زندگی کا قوام اور مدار سمجھتی ہے، شریعت میں یہ ضروریات پانچ ہیں۔

مجموع الضروریات خمسة حفظ الدین والنفس والنسل والمال والعقل (موافقات ج ۱ ص ۱۰)

ان ضروریات کی پانچ قسمیں ہیں۔ دین، نسل، جان، مال، اور عقل کی حفاظت۔

ان ضروریات کا مطلب کیا ہے۔ اس کی طرف عزالدین عبدالسلام متوفی ۶۶۰ھ نے قواعد الاحکام میں اشارہ کیا ہے، اور امام شاطبی متوفی ۷۹۰ھ نے اس پر تفصیلی بحث کی ہے۔

مصالح الدنیا والاٰخرة ثلاثة اقسام کل قسم منها فی منازل متفاوت فاما مصالح

---

[1] بعض ائمہ کے نزدیک خاص حرج بھی معتبر ہے مگر اس میں انہوں نے معتاد اور غیر معتاد کی قید لگادی ہے، اس لئے اس اختلاف کا شریعت کے حکم پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

الدنیا فتنقسم الی الضروریات والحاجات والتمات والتکملات فالضروریات کالماکل والمشارب والملابس ـــــ والمناکح والمراکب الجوالب للاقوات وغیرھا تمس الیہ الضرورات واقل المجزی من ذالک ضروری وما کان فی ذالک فی اعلی المراتب کالماکل الطیبات والملابس الناعمات والغرف العالیات والمراکب النفیسیات فہو من المتمات وما توسط بینھما فھو من الحاجات واما مصالح الاخرۃ ففعل الواجبات واجتناب المحرمات من الضرورات وفعل السنن الموکدات الفاضلات من الحاجات وعدا ذالک فھی من المتمات۔

دنیا و آخرت کی بھلائیوں کی تین قسمیں ہیں اور ان میں سے ہر قسم کے مختلف درجے ہیں، تو دنیا کے مصالح کی تین قسمیں ہیں، ضروریات حاجات اور تکملات، ضروریات سے مراد کھانا پینا، پہننا، شادی بیاہ کرنا سواری جو رزق کے حصول میں معاون ہو، اسی طرح جس کی ضرورت بھی پیش آجائے ان کا اقل درجہ تو ضروری ہے، مگر اس کا اعلی درجہ یعنی اچھا کھانا، عمدہ لباس، شاندار مکانات بہترین سواریاں تو یہ تکملات و تمات ہیں ہیں اور ان دونوں کے درمیان جو ضرورتیں ہیں وہ حاجات ہیں، اسی طرح آخرت کے مصالح تو واجبات کی بجاآوری محرمات سے اجتناب ضروریات میں ہیں اور سنن موکدات فاضلات حاجات میں ہیں اور ان کے علاوہ متمات ہیں۔

امام شاطبی اس کی مزید توضیح کرتے ہیں:۔

فاما الضروریۃ فمعناھا انھا لابُدّ منھا فی قیام مصالح الدین والدنیا بحیث اذا فقدت لم تجر مصالح الدنیا علی استقامۃ بل علی فساد وتھارج وفوت حیاۃ وفی الاخری فوت النجات والنعیم والرجوع بالخسران المبین۔ (ج ۲ ص۸)

ضروریات میں کسی چیز کے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی حفاظت پر دین و دنیا کے بقا کا اس حیثیت سے مدار ہے کہ اگر ان کی رعایت و حفاظت نہ کی جائے تو نہ صرف یہ کہ دنیا کے وجود کے سارے مصالح مفقود ہو جائیں گے، بلکہ اس میں فساد و اختلال رونما ہو جائیگا اور انسانی زندگی معطل ہو کر رہ جائے گی۔ دوسری طرف آخرت کی کامیابی اور اسکی نعمتیں حرمان و خسران سے بدل جائیں گی۔

ان ضروریات کی مثبت و منفی حفاظت کی تفصیل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

والحفظ لها یکون بامرین احدهما ما یقیم ارکانها ویثبت قواعدها وذالک عبارۃ عن مراعاتها من جانب الوجود والثانی ما یدرأ عنها الاختلال الواقع او المتوقع فیها وذالک عبارۃ عن مراعاتها من جانب العدم فاصول العبادات راجعة الی حفظ الدین من جانب الوجود کالایمان والنطق بالشہادتین والصلوٰۃ والزکوٰۃ والصیام والحج وما اشبہ ذالک والعادات راجعة الی حفظ النفس والعقل من جانب الوجود ایضا کتناول الماکولات والمشروبات والملبوسات والمسکونات وما اشبہ ذالک والمعاملات راجعة الی حفظ النسل والمال من جانب الوجود والی حفظ النفس والعقل ایضا لکن بواسطة العادات والجنایات ویجمعها الامر بالمعروف والنہی عن المنکر ترجع الی حفظ الجمیع من جانب العدم۔

ان کی حفاظت دو طریقوں سے ممکن ہے، ایک یہ کہ جن چیزوں پر ان کی بنیاد ہے اور جن ستونوں پر یہ قائم ہیں ان کو باقی اور قائم رکھا جائے۔ یہ اس کی رعایت وحفاظت کا مثبت پہلو ہے، دوسرے یہ کہ اس کو حال و مستقبل کے اختلال و انتشار سے بچایا جائے اور ان کی حفاظت کا منفی پہلو ہے، چنانچہ اصول عبادت مثبت طور پر دین کی حفاظت کرتے ہیں، جیسے ایمان بالقلب اور اقرار باللسان، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج وغیرہ۔ اسی طرح عادات انسانی اس کے نفس و عقل کی وجودی طور پر حفاظت کرتی ہیں۔ مثلاً کھانا پینا، پہننا، مکان وغیرہ۔ اسی طرح معاملات نسل و مال کے وجود کا تحفظ کرتے ہیں، اور ساتھ ہی عقل اور نسل انسانی کی حفاظت بھی ان سے ہوتی ہے، لیکن عادات کے واسطہ سے اور جنایات جن کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سمیٹے ہوئے ہے۔ یہ عبادات معاملات اور سبھی کے حفاظت منفی طور پر کرتے ہیں۔ (مسلسل)